

تاریخِ نعتِ لولی
ہیں



حضرت رضا ربوئی کا منصب

شیخ الحدیث

رضا اکبریدی (رحمۃ اللہ علیہ)

۷۶ کا مکتبہ نعت

رضا اکیڈمی لاہور کو اس عظیم شخصیت کے نسبتاً نادر مکتبہ

- ۱۔ جسے دنیائے اسلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نام سے جانتی اور مانتی ہے۔
- ۲۔ جس نے تجدید عشق رسالت کا عظیم فریضہ انجام دے کر عرب و عجم سے مجدد کا عظیم لقب پایا۔
- ۳۔ جس نے انگریز کی مکاری اور ہندو کی چالاکی کا موانہ دار مقابلہ کر کے مسلمانوں کو اسلامی ملی تشخص کا شعور بخشا۔
- ۴۔ جس نے قوم پرست علماء کے "ملت از وطن است" نعرے کا بروقت تعاقب کیا۔
- ۵۔ جس نے ملت اسلامیہ کو تقدس خداوندی ناموس رسالت اور عظمت صحابہ و اولیاء کا امین اور علم و ادب کا عظیم مرقع "ترجمہ قرآن" دیا۔
- ۶۔ جس نے قدیم و جدید علوم پر ایک ہزار کے لگ بھگ علمی اور تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑیں۔
- ۷۔ جس کا تقویٰ اخلاقی اور عشقی رسالت مسلمانان عالم کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔
- ۸۔ جو آج بھی عقیدت و محبت کے گہدے "مصلیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی دلاویز گونج میں زندہ و پائندہ ہے۔

زندہ باد اے مفتی احمد رضا! پائندہ باد

اغراض و مقاصد

○ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی عظیم علمی و روحانی شخصیت کا بھرپور تعارف۔

سلسلہ مکتوبات نمبر ۱۰۱

نام کتاب: نعت رسالت

تصنیف

نشر: رضا اکیڈمی

مطبع: احمد تاجدار پریس ہائیڈرو پینٹ

ہدایہ: دعائے خیر بحق معاویہ رضی اللہ عنہ اکیڈمی رشید لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۳، حبیب بینک

دستِ چورہ سبترانچ لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات پاپرٹ ٹیپ لے ڈاک
مکتبہ ارسال کریں !!

مکتبہ کے ایڈریس

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میران لاہور پاکستان

کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰، فون نمبر ۲۵۰۴۴

○ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تحقیقی نگارشات کو عصر حاضر کے نقادوں کے منظر عام پر لانا۔

○ مسجد رضا، بدو، ضیاء الاسلام اور رضا فری ڈپنٹری (چاہ میراں لاہور) کا اہتمام۔

○ مستقبل قریب میں فری کھیت لیہار ٹری کا قیام۔

○ مسلمانوں میں خوفِ خدا اور عشقِ رسالت کا جذبہ بیدار کرنے اور انہیں تعلیمات کا نوگر بنانے کے لئے جید اور اہل قلم علماء کی معیاری کتب کی اشاعت و تقسیم۔

سرپرست مشائخ عظام

○ اعلیٰ السلف حضرت العلام الحاج مولانا اختر رضا خان صاحب البازہری اہلہ القادری مدظلہ سیدہ امام احمد رضا قادری بریلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ) بریلی شریف

○ فضیل الشیخ حضرت الحاج علامہ مولانا محمد فضل الرحمن صاحب مدنی قادری مدظلہ شمس البرید حضرت شیخ مولانا محمد ضیاء الدین احمد قادری مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ۔

○ فخر المشائخ حضرت الحاج صاحبہزادہ میاں جمیل احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ زید بادہ متانہ عالیہ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ شرچہ پور شریف۔

○ ہم عمریت حضرت الحاج صاحبہزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر قادری رضوی بریلوی مدظلہ جگر گوشہ محمد شاہ اعظم پاکستان (رحمۃ اللہ تعالیٰ) فیصل آباد۔

اہل علم و قلم

○ جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب (کراچی)

○ حضرت علامہ ارشد القادری (بھارت)

○ علامہ الہی بخش صاحب (ایم۔ اے)

○ شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو الفیض محمد عبدالکریم ابد الوی چشتی رضوی

○ حضرت مولانا علامہ محمد مقصود احمد خطیب و اتاحضور رحمۃ اللہ علیہ

○ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب ہزاروی سعیدی

○ حضرت مولانا حافظ محمد عبدالستار صاحب سعیدی

○ مولانا صاحب زادہ محمد نور المصطفیٰ چشتی رضوی (ایم۔ اے)

○ حضرت مولانا قاری محمد عباس صاحب نقشبندی

○ حضرت مولانا علامہ محمد احمد صاحب مصباحی مدظلہ

○ حضرت علامہ محمد عبدالحمین صاحب نعمانی

○ حضرت علامہ یحییٰ اختر الاغلی

○ حضرت علامہ بدر القادری (ایم۔ اے)

سرپرست اعلیٰ :

مولانا مفتی محمد عبدالباقی قادری ناظم اعلیٰ

تنظیم المداریں : جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

سرپرست و مشیر

مولانا محمد فضا تائش قصوری مدینہ منورہ

نظامیہ رضویہ لاہور

بانی

مولانا محمد عبدالکیم شرف قادری نقشبندی صاحب

مہتمم

الحاج محمد مقبول احمد قادری ضیائی

صدر

عمر بخش ڈار صاحب

سیکرٹری نائب صدر

رانا محمد سعید صاحب

نائب صدر

الحاج محمد امین صاحب جنرل سیکرٹری محمد اعظم صاحب

سیکرٹری

حافظ محمد سمیل ریاض

نائب سیکرٹری

محمد انجلیز صاحب

سیکرٹری نشر و اشاعت
خازن
حافظ محمد طاہر رضا صاحب
محمد عاشق فوٹ صاحب

خصوصی معاونین

- | | |
|-------------------------------|-------------------------------|
| (۱) محمد نواز بٹ صاحب | (۲) شیخ محمد اسلم صاحب |
| (۳) محمد شفیع بٹ صاحب | (۴) الحاج محمد رفیق احمد صاحب |
| (۵) حاجی بابا محمد گلزار صاحب | (۶) رانا محمد اسلم صاحب |
| (۷) محمد خالد قادری صاحب | (۸) شیخ ربیع الہی صاحب |

شعبہ جات

رضا اکیڈمی کی گمرانی میں مندرجہ ذیل شعبہ جات باحسن طریق کام کر رہے ہیں۔

جامع مسجد رضا

اہل اسلام کے مرکزی حیثیت سے مسجد کی اہمیت روز بروز روشن کی طرح واضح ہے اللہ تعالیٰ کا یہ کھرباہمی میل جول، درس و تدریس اور تبلیغ دین کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

رضا اکیڈمی نے بھی ان اہم مقاصد کے حصول کے لئے مسجد کی ضرورت کو محسوس کیا چنانچہ جامع مسجد رضا جو فن تعمیر کے اعتبار سے ایک نہایت خوبصورت اور تبلیغ و اشاعت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت کی حامل ہے، اسی اکیڈمی کی گمرانی میں تعمیر و ترقی کی منزل میں طے کر رہی ہے۔

مدرسہ ضیاء الاسلام

قرآن مجید حنفیہ و ناطقہ کی تعلیم کے لیے مدرسہ ضیاء الاسلام، تحسن و ترقی فرائض و سنت انجام دے رہا ہے اس ادارے کی فوجی یہ ہے کہ اسے قلب وقت، الشیخ محمد ضیاء الدین مدنی شیف مجاز امام احمد رضا بریلوی قدس اللہ سرہما سے نسبت حاصل ہے اس ادارے میں تحقیق

اور قابل اساتذہ شب و روز خدمت دین میں مصروف ہیں۔ طلباء کی مفت تعلیم کے علاوہ ان کے خور و نوش کی ذمہ داری بھی رضا اکیڈمی نے اٹھا رکھی ہے اس ادارے سے مقامی و بیرونی طلباء کی اچھی خاصی تعداد استفادہ حاصل کر رہی ہے۔

رضا فیری ڈپنسری

رضا اکیڈمی نے روحانیتاریوں کے علاج کے ساتھ ساتھ جسمانی امراض کے علاج کے لئے بھی خاطر خواہ انتظام کر رکھا ہے چنانچہ رضا فیری ڈپنسری کے تحت دار اور منس افراد کی ایک بہت بڑی تعداد فیری علاج کی سہولت سے بہرہ ور ہو رہی ہے۔

رضا لائبریری

تبلیغ و اشاعت کے ضمن میں کتاب کی افادیت و اہمیت سے ہر اسی شعور واقف ہے اور یہ حقیقت بھی ناقابل تردید ہے کہ ہر شخص کے لئے کتاب خریدنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے چنانچہ عوامی ضرورت کی تکمیل کے لئے لائبریری کا قیام از بس ضروری ہے رضا اکیڈمی نے اسی ضرورت کے پیش نظر رضا لائبریری کے ذریعے علم کی شمع کو روشن کر رکھا ہے۔

تقریبات رضا

اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ تقریر کو بھی ایک اہم مقام حاصل ہے چنانچہ رضا اکیڈمی نے اس میدان کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ مختلف اسلامی تہواروں، بزرگان دین کے اعراس مبارکہ بالخصوص یوم رضا اور نعت خوانی و حسن قرأت کے مقابلوں کے ذریعے تعلق باللہ اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کر رکھی ہے۔

اشاعت کتب

رضا اکیڈمی کا اہم شعبہ نشر و اشاعت کتب ہے اس اکیڈمی نے اسلامی کتب کی اشاعت ہی نہیں کی بلکہ مفت تقسیم کے ذریعے علم و دانش کو دروازے دروازے تک پہنچانے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ رضا اکیڈمی اس وقت تک 65 سے زائد کتب چھاپ کر تقسیم کر چکی ہے جن میں سے بعض کتب تو کئی مرتبہ اشاعت کی منازل طے کر چکی ہیں۔

دعوت شرکت

مسلمان بھائیو! آپ نے رضا اکیڈمی کی خدمات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائی اس کے تعلیمی و تبلیغی منصوبوں میں شرکت باعث سعادت بھی ہے اور فرض منصبی بھی۔ اگر آپ عالم دین ہیں تو رضا اکیڈمی کی تبلیغی سرگرمیوں میں تعاون کیجئے۔ اگر آپ اہل قلم، استاد، پروفیسر اور دانشور ہیں تو اپنے قلم سے رضا اکیڈمی کی قلمی خدمات میں مدد و معاون ہوں۔ اگر آپ تاجر اور اہل ثروت ہیں تو اپنے قیمتی عطیات کے ذریعے اس اکیڈمی کی مالی معاونت کر کے تبلیغ دین میں شرکت کا ثواب حاصل کریں۔

نوٹ: اپنے عطیات رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۳۸ / ۹۳۸ حبیب بینک دکن پورہ رانچ لاہور میں جمع کرائیں۔ جزاکم اللہ احسن العزاء
پیشم براہ: ارکان رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

تاریخ نعت گوئی میں

حضرت ضابر بلوی کا منصب

ذرا ذرا رسالت حضور ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرب میں نعت گوئی کا آغاز ہوتا ہے اس دور کا ذکر کرتے ہی تاریخ ہمارے سامنے حضرت حسان بن ثابت، کعب بن زہیر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے جگمگاتے ہوئے چہرے پیش کرتی ہے اور ان کی تخلیقات شعری ہائے قلوب میں مشق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جذبہ پیش کرتی ہیں۔

وَأَحْسَنَ بَلَدًا لَمْ تَرْفُظْ عَنِّيْ وَأَجْمَلَ مَلَكٍ لَمْ يَكِلِ الْبَشَاءَ

حضور سے بہتر کوہِ سین و جبلِ حیرا میری آنکھوں نے نہیں دیکھا حضور سے بہتر اور بڑا انسان دنیا کی کسی عورت نے کسی نہیں جانا حضرت حسان کی یہ آواز ہماری امت کا وقار بڑھاتی ہے۔ پیغمبر اللہ، بن رواحہ اس آواز میں ہے۔

نُوحِي الْقِدَائِلَ لِيَوْمِ الْخُلُقَةِ شَهْدَاتٍ يَا شَاهِدَ خَلْقٍ مَوْجِدٍ مِنَ الْبَشَرِ

امیری جان ان پر فلجین کے اہل حق شاہد ہیں کہ وہ نبی نوح انسان ہیں افضل ترین ہیں کی آواز بلا کر اس وقار میں چار چاند لگاتے ہیں۔ پیغمبر کعب بن زہیر ہے۔

أَنْ أَمْرٌ مَوْلَى لِنَوْمٍ بِلَيْتِضَائِهِ مَهْدٌ مِّنْ سُبُوحِ اللَّهِ مَسْكُولٍ

ایک بیشک رسول اللہ وہ سبعت ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ کی تمناؤں میں ایک کھنسی ہوئی تمناؤں میں، کا نوحہ لگا کر اس آواز کو اور گے بڑھاتے ہیں۔

نعت گوئی کے اس سفر میں اور بہت سی آوازیں سماعتوں کے فنی پردے پر روشنی ملتی ہوئی گزرتی ہیں۔ ان میں شیخ محمد بن احمد، جمال الدین بھٹی، شیخ ام محمد عبداللہ

ابو زید عبد الرحمن بن سعید المصنف، جمال الدین بن مہار رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کو اولاد میں ایک اور آواز جو سب آوازوں میں منفرد و ممتاز ہے وہ ہے علامہ و شہسوار مصری رحمۃ اللہ علیہ مصنف قیصرۃ البردہ کی آواز۔

عقیق رسول رصلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے سلسلے میں یہ آواز قبولیت کے جس درجے پر فائز ہے اس کا جواب نہیں اس قصیدے کا مذہب ایسا ہے کہ عرب و عجم دونوں اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اس عظیم المثل جواہر پائے میں احساس کی جو بے پناہی جذبے کا جو عزم، قلب کی جو برستگی، الفاظ کی جو اثر انگیزی، اخلاص کی جو شدت اور دروندی کی جو چمک پائی ہوئی ہے، وہ اپنا جواب آپ ہے۔ صداقت، پاکیزگی، لطافت اور کیفیت کا جواہر اس قصیدے کے حرف حروف میں کو دیتا نظر آتا ہے۔

آوازوں کے یہ جانے پہچانے چہرے محبت رسول رصلی اللہ علیہ وسلم کے وہ آئینے ہیں جن کی چھوٹے آنکھیں بے اختیار اشک ریزی پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ آوازوں کی اس عفت میں زمانے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جاتا ہے اور ہے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر

لگ ساتھ آتے گئے اور کاڑاں بننا گیا مرحوم سلطان پوری کے مصداق چہروں کا ایک بڑا قافلہ بن جاتا ہے اور نعت گوئی اپنے مراحل طے کرتی ہوئی عرب سے ایران کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے اس سرزمین نے اس قافلے میں ایسے ایسے وقیع چہروں کا اضافہ کیا اور نعت گوئی کا ایک ایسا ذخیرہ جمع ہو گیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ کیفیت، کمیت، نکتوں، زبان و بیان، اظہار و ابلاغ، سمت و جہت، تاثیر و تاثر اور مفہوم معانی کے اعتبار سے وہ کون سی خوبی ہے جو اس ذخیرے میں موجود نہیں۔ نعت کے اس قافلے کو آگے بڑھانے والوں میں صحابہ کرام، سلفیاء، فقراء، شعراء، علماء، مجتہدین، فقہاء اور بادشاہ سبھی شریک ہیں ابتداء میں رسول رصلی اللہ علیہ وسلم

جاء جندہ فارسی شعرا کے دلوں میں موجزن غلام اس لئے برگ و بار نکالے اور عقیدہ مضامین کا وہ خزانہ وجود میں آیا جس میں فارسی ادب کے بہترین جواہر پائے اپنی تاب سے نکلا ہوں کو خیر و کرتے ہیں۔ نعت گوئی کا یہ جذبہ کہیں ہے

نہے پشت و پناہ میر و عالم سرو سالار فسر زندان آدم
کی شکل میں سنائی مغرور سی کو ہمارے رو برد و لاتا ہے کہیں ہے

غلام حافظ بگوش رسول صادق نام نہ ہے نجات نودن حبیب و آیاتم
کا نغمہ ہونٹوں پر لے سیدنا محمد الدین عبدالعزیز جیلانی پیران پیر و شہید (علیہ الرحمۃ)
کا چہرہ و امیر ہے کہیں نظامی گنجوی سے

سرو مرگوب میدان وفا را سپہ سالار خیل انبیاء را
کے شعری روپ میں نمودار ہوتے ہیں کہیں ہے

گرچہ بصورت آمدی بعد از ہر چہ چہنبران
آتا ہ معنی بودہ سرخیل جملہ انبیاء

کا ورد کرتے ہوئے حضرت عقیلا کا کی رحمۃ اللہ علیہ کا جہرہ جنت لکھا بنتا ہے اور کہیں حضرت
نواجر محمد الدین جیشی (علیہ الرحمۃ) ہے

عالم خدایم بردین مصطفایم پرورد گیش گدایم سلطان محمد

کے پیر بن میں جلوہ زانی کرتے ہیں سلسلہ سلسلے سے مل کر آگے بڑھتا جاتا ہے اور ہے

آفتاب شرع ادیانے یقین نور عالم رحمۃ للعالمین

کی آواز کے ساتھ عطار شیشا پوری کے خرد و خال ملتے آتے ہیں کہیں ہے

از رحمۃ للعالمین اقبال درویشان بسیں

چوں مد معطر خرقہا چوں گل معطر شاہا

کے پردے سے حضرت شمس تبریز (علیہ الرحمۃ) کا چہرہ برآمد ہوتا ہے کہیں مولانا

جہاں الدین رومی، ملکبہ رحمتہ، اپنی اولیٰ والہانہ سے
 سید و سرور محمد نور جان بہتر و بہتر شفیع دنیاں
 کے الفاظ میں چہرہ نمائی کرتے ہیں۔ کہیں سعدی شہ ازلی سے
 یک جاں چہ کند سعدی مسکین کہ دو صد جاں
 سائیم فدائے سگ دربان محمد
 کی زبان میں عشق مصطفیٰ کی چہرہ آرائی میں مصروف ہیں۔ کہیں حضرت بعلی قلندر پانی پتیؒ
 یک کھٹ خاک از دیر پُر نور او بہت مارا بہتر از تاج و نگین
 کے لغو مستان کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہیں حضرت نظام الدین اولیاء
 دلیہ الرحمۃ کی آواز سے

صبا بسوئے مہینہ زوکن ازین دعا گو سلام بر خواں
 بگرد شاہ مدیر گرد بسعد تفرع پیام بر خواں
 کے صاحب سے جو جلوہ آرائی ہے کہیں حضرت امیر خسرو کی آواز سے
 مہارک نامہ قسبان تو داری کہ مرغ نامہ شد روح الامینش
 کی روشنی بکیر فی نظر آئی ہے یا رطلو دیش من قتال کا چہرہ سے۔

یا صاحب الجہاں دیا سید البشر
 بن قہجک النیر لست نور العمر
 لا یکن الشفاء کما کن حقہ
 بعد از خدا بزرگ توئی حقہ مختصر

کے آئینے میں جگمگ جگمگ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کہیں نور الدین عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ
 یا شفیع الذنوب بار گناہ آوردہ ام
 برودت این بار با پشت روانہ آوردہ ام

ان افسانہ جتنے اشکوں اور ہنسٹے چہرے کے ساتھ گزر رہے ہیں تو کہیں جان محمد قدسی کا چہرہ سے
 رجب سید محمد بنی الصمدی دل و جاں نافذ بہت چہرے خوش لقی
 ماہر ششہ بانیم و نوی آب حیات لطف فرما کہ زخمی گزرتش ز لہی
 نہت خود بہر گشت کردم و بس منفعلم لڑاں کہ نہت بہر گشت کوئے تو شد بے دلی
 کی چھوٹ سے گلزار نظر آتا ہے اور ان تمام آوازوں کے چہرے مل جل کر اپنے اپنے بلجے
 طرز، شوق و ذوق، ماحول زبان اور عشق کے مطابق نعت گوئی کی ایسی سدا بہار فضا
 بناتے کرتے ہیں جو فارسی نعتیہ شاعری کے کینوس کو وسیع سے وسیع تر کر دیتی ہے۔
 فارسی نعت گو شعرا، صونیاء، اہل کمال اور صاحبان بصیرت کا یہ قافلہ سبز بہی
 فارس سے اپنے سفر کا رخ ہندوستان کی طرف مولا تلبے اور عصری سفر کے تسلسل کی
 کڑیاں ایک دوسرے سے مل کر تخلیق کے دائرہ کار کو فرید و وسعت اور سمت و جہت
 عطا کرتی ہیں اور جب فارسی زبان اردو سے گلے ملتی ہوئی اور آگے بڑھتی ہے تو اس
 کارواں کی قطار کا سرا صدیوں کو چھو لیتا ہے۔ نعت گوئی کے مقدس جذبہ کو اظہار کی قدرت
 عطا کرنے کا یہ سلسلہ کتنا نگارنگ، کتنا پہلو دار اور کتنا پر کشش ہے۔ جذبہ عشق کی یہ
 صورت نمائی سے

یا محمد و جہاں کی عید ہے تجھ ذات رسول
 خلق کو لازم ہے جی کون تجھ پر قربانی کرے
 کے آئینے میں وصل کر دی دکھی کا چہرہ بن جاتی ہے کہیں فراقی بیجا پوری کی آواز بن کر سے
 مدینے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا
 محمد کی گلی بھیر فنا ہوتا تو کیا ہوتا

کے الفاظ میں وصل جاتی ہے یہ جذبہ رحمت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں سے
 دلاوریاے رحمت قطرہ ہے آب محمد کا جو چاہے پاک ہو پیر و خواص صاحب محمد کا

کے وسیلے سے مرزا رفیع الدین سودا کی آواز بن جاتا ہے محبت کی پیکر کی کمی سے

اسے بہر شفاعت و دعا لائق

دارم رخصاب تو اُمید واثق

کے روپ میں خواہر پیر کی ذات میں چمک کھیرتی ہے تو کہیں میری قمر کی آواز سے

جرم کی کھو شر مکتبی یا رسول اور خاطر کی حریفی یا رسول

کھینچوں ہوں نقصان دہنی یا رسول تیری رحمت ہے یقینی یا رسول

رحمت للعالمین یا رسول ہم شفیع المذنبین یا رسول

کے واسطے سے ہماری سماعت کو زندگی بخشی ہے کہیں نظیر اکبر آبادی اپنے جذبہ عقیدت کو فکر کے قالب میں اس طرح ڈھالتے ہیں

تم شہر ذہا و دین ہو یا محمد مصطفیٰ سرگرد و مسلیں ہو یا محمد مصطفیٰ

حاکم دین متین ہو یا محمد مصطفیٰ قبل اہل بیت ہو یا محمد مصطفیٰ

کہیں انشا اللہ خان انشا کا جذبہ صادق بہ روپ اختیار کرتا ہے

لعل ذات کبریا باعث خلق جزو شمس فخر جمع مرسلین رہبر و ادنیٰ مشعل

نور سے جس کے ہوگی آتش کفر کچھ کے گل بعد نماز تھا یہی ورد و وظیفہ رسل

صلی علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد

کہیں حکیم مومن خاں مومن جان محمد قدسی کی آواز میں آواز نکلا کر اس طرح گویا ہوتے ہیں

ہوں تو مومن مگر طلاق ہے یہ بے ادبی میں غلام آوردہ صاحب میں امت و نفی

یا نبی یک مگر لطف با مئی و الیٰی محاسب سید کی مدنی العلوی

دل و جان باد خدایت چہ عجب خوش لبی

میں فوق اپنے دیدہ نام کے ساتھ خدائے قدوس سے ان الفاظ میں محو التجا نظر آتے ہیں

سے نام محمد لب پہ یارب اول و آخر اٹھ جائے بوقت نزع جب سینے میں دم مرا

کہیں بہادر شاہ ظفر

سے سرور دو کون و شہنشاہ ذوالکرم

مخمسیل مرسلین و شفاعت گر اُمم

کا وہ جذبہ دہراتے ہوئے ہمارے سامنے آتے ہیں کہیں عدت کا یہ انداز سے

حق جلوتہ گر زطرز بیان محمد است

آرے کلام حق بہ زبان محمد است

کے الفاظ میں مسٹ کر فرب بن جاتا ہے تو کہیں داس دہوی سے

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ کہیں سے ہے فریاد یا مصطفیٰ

کے لب و لہو میں نقش فریادی بن کر و قبول کے واہو نے کے منتظر ہیں کہیں محسن

کا کردی قصید لایہ

سمت کاشی سے چن جانب متفر اہل

برق کے دوش پہ لائی ہے صبا لنگا جل

میں اپنے سدا بہار روپ کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہیں مولانا حسرت خان

رحمت اللہ علیہ

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیب چھوڑ کر

سوئے بخت کون جلسے دربار چھوڑ کر

کے پردے میں رازد نیار کے پھول برساتے ہیں کہیں حالی کا جذبہ نعت گوئی اس موعظ

وہ نہ بولیں رحمت لقب پانے والا مراد بن غریبوں کی بربلائے والا

کے ہمارے سماعت کی وادیوں میں اترتا جاتا ہے کہیں احمد رضا خان رضا بریلوی ررتہ

اللہ علیہ کی منفرد آواز اس طرح گونجتی ہے

واد کیا جو دو کرم ہے شر بطحا تیرا منہیں ستا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

نورینک آوازوں کا یہ سفر پوری آن بان سے جاری ہے، ذیل کی آوازیں اپنے اپنے لیے
میں اپنا اپنا تعلق عشق کی ہر کرتی ہیں

زمرتا پر پارحمن یا محمد

نظر حائب ہر گنہگار داری عزیز صغی پوری

نام کے نقش سے روشنی پائیگی ہو جائے

کعبہ دل سے اللہ مدینہ ہو جائے ریاض فیض پوری

دل شایہ مصطفیٰ جاں پا مال مصطفیٰ

یہ اولین مصطفیٰ ہے وہ بلال مصطفیٰ اصغر گونڈوی

وہ دانائے رُبل، نعم الرسل، مولائے کل جس نے

عسب راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اذل، وہی آخر

وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یسین، وہی طہ

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

آئی انیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کچھنے گادل سونے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیہم شاہ دارفی روم

انمولے اگر خاک ترے نقش قدم کی

سہر کبھی کبھی کبھی ہنسموں سے لگاؤی حسرت مولائی

وہ شمع اہل جس نے کیا چالمیں برس تک خاروں میں

اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

مولانا ظفر علی خاں

اک زندہ ہے اور مدحت سلطان مدینہ

ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہ

جگر مراد آبادی

وجود پاک ہے گنتا محبت آفریں تیرا

نہیں ثانی کوئی اسے رحمت عالمیں تیرا

ادی جمیل شہری

جڑے ہوئے ہیں جو دل میں مرے ٹکینے سے

یہ وارن ہجر ہیں، لایا ہوں جو مدینے سے

اصطیٰ خاں کمسنوی

تواست رتبہ عالی ز حضرت قیوم

کہ بہت پر دو جہاں زیر حکم تو محکوم

معرفت امین شہوی

شب و روز مصروف سب علی ہوں

میں وہ چاکر خاتم النبیا ہوں

سرور عبدالرب اشتر

صاحب تاج ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

صدر نشین بزم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

روکش صدیقی

ارمن دل سے اٹھے نوائے درود
گرنج اس کی نلک نلک جانے

(حفیظ تائب)

دینے دل و روح و جان لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

(زہرا و کھنوی)

دم آخر مجھے آقا کی زیارت ہوگی
ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے

(حافظ مظہر الدین)

رحمتہ للعالمین سے جے دل کا پران
المنی و جان کو خیر خرام المنی و جان و کار تقا

(احسان دانش)

اے ساتی کو نہیں یہ کیا بوجہ ہے
سیراب ہوں میں پھر بھی وہی تشنہ لبی ہے

(زنا و حسرت حمید صوفی)

تعبیر شب غیب شبستان محمد
والعجب طلوع رخ تابان محمد

(ذہین شاہ تاجی)

وہ جس نے نوب انسان کو غلامی سے لائی دی
وہ جس نے چنبرہ مرگ دوامی سے لائی دی

(حفیظ جالندھری)

نعت سرکار بطحا رقم ہوگئی
آج معراج لوح و قلم ہوگئی

شاعر کھنوی

جب بھی سپاہیوں سے پیر کو پوچھے
خندہ کا ذکر کیسے خیر کو پوچھے

عبد الرحمن کیانی

محمد عربی آبروئے ہر دوسرا
حبیب پاک خدا جان عالم و آدم

عبد العزیز خالد

نعت محبوب داوڑ سند ہوگئی
فسر و عصیاں مری متر ہوگئی

منور بدایونی

ہم حلفت بگوشتان در مصطفوی ہیں
ہم اور کسی در پہ جہیں کیسے جھکائیں

اقبال عظیم

رایض خدا کا گل سرسبد
محمد ازل ہے محمد ابد

سلیم احمد

کہکشاں بڑھ کے چھوٹے قدم آپ کے
یہ تو معراج ہے کہکشاں کے لئے

مشر بادایونی

آوازوں کے یہ رنگا رنگ زادیے پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ کاروانِ نعت کے اس مہذب آتے آتے نعت کے فن میں رنگ و آہنگ کے جوئے نئے گشتے پیدا ہوئے ان کا پورا منتظر رہیں رہے۔ نعت گوئی کا یہ سلسلہ اب صرف جزیرہ سی نہیں رہا اس جذبے نے ایک مستقل موضوع کی صورت اختیار کر لی ہے اور موجودہ دور کے جو شعراء فرضی محبوب کے لئے غزل کہنے کو اپنی ہنرمندی اور کمال کا ذریعہ سمجھتے تھے اب محبوبِ خدا کی نعت کو سرمایہٴ رون و ایمان سمجھ کر اپنی فنکاری باگ ادا کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ کاروانِ برابر رواں دواں ہے اور ہمیں اس میں موجود اور ممکن کے آثار کہیں نہیں ملنے۔ نئے نئے چہرے و شوق کی فراوانی کے ساتھ اس میں مثال ہوتے جا رہے ہیں۔ ان میں صہبا، اختر، امید، فاضل، لیتہ، مدنی، اعجاز، رحمانی، کوثر، نعت ادوی، شعلہ، آسیونی، مجید، کھام، گامی، رشید، گویا، اری، انعام، گویا، اری اور احسان کا کوردی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ برصغیر ہندوپاک میں نعت رسول کہنے والوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان میں زیادہ تعداد ایسی ہے جو دوسری اصنافِ سخن کے دوش بدوش نعت پر بھی خاصی توجہ دے رہے ہیں لیکن اگر ہم اس نہرِ ست سے ایسے چہروں کا انتخاب کریں جنہوں نے نعت گوئی کے سوا کسی دوسری صنف کو وسیلہٴ اظہارِ بنانا تو کجا چھوڑنا بھی گوارا نہ کیا ہو تو ان کی تعداد چار چھ سے آگے نہیں بڑھتی۔ ان میں بدشہ، محسن، کوردی، احمد رضا خاں، رضا بریلوی، اور ضیاء القادری، ہادی، کے نام گلشنِ نعت کے گل سرسبد قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ زائرِ حرمِ حمید، صدیقی، عزیز، حاصل، پوری، حفیظ، نائب، حافظ، منظر الدین، کے نام ہیں۔ فی الوقت ہمارے اس مضمون کا موضوع چونکہ حضرت احمد رضا خاں، بشا، بریلوی سے متعلق ہے اس لئے ہم اپنے قلم کو اسی دائرے تک محدود رکھیں گے۔

احمد رضا خاں، بریلوی (علیہ الرحمہ) نے نعت اور صرف نعت کو اپنا مقصدِ حیات بنایا اس صنف کو بہترین ادبی جامِ ہارپاؤں سے مزین کیا اور ایسی ایسی نعتیں لکھیں جو زبانِ بیاں

شکر و ثناء، اظہارِ ابلاغ اور تاثیر و تاثر کے اعتبار سے اردو ادب میں سرائے کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کی فارسی نعتیں بھی اسی درجہ کمال پر فائز ہیں۔ ماہوں نے نعت کے میدان میں اپنی جودتِ بلیغ کے جواہر انمولے پیش کئے ہیں ان میں سے ان کی ایک مشہور و مقبول نعت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں اردو، ہندی، فارسی اور عربی کے تانے بانے سے وہ عمارتِ تعمیر کی گئی ہے جو نعت گوئی کا ذوق رکھنے والوں کے ذہنوں میں ہمیشہ اپنی جگہ قائم رکھے گی۔ یہ تخلیق ذہنی تفریح اور علمی ظرف کا ایک ایسا نمونہ ہے جس کی مثال ہمیں فیضی، قاسمی، خسرو اور انشاء اللہ خان انشا کے علاوہ شاید ہی کیسیں اور نظر آ سکے۔

تَعْدِيَاتِ نَفِيرِ كَيْفَ تَنْظِيرِ مَشِيلِ تَوْنِ شَدِيدِ اِجَانَا
جگ راج کو تاجِ قد سے سرسبے تجھ کو شرِ دہ سرا جانا

اَلْبَحْرُ عَلَا وَ الْمَوْجُ طَغَى مِنْ بَعْدِ كَسْ وَ طُوفَانِ بَوشِ رِبَا
مہجہ دار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری سیٹا پار لگا جانا

يَا كَثْمُ نَفْطَاتِ اِلَى لَيْلِي جَوْبِطِي رَسِي عَرَفِي
تو دی جوت کی بھلجھل جگہ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

مندرجہ بالا نعت ہندی، اردو، فارسی اور عربی آمیز ہونے کے باوجود اپنے تاثر کی افانی کو برقرار رکھتی ہے۔

نعت گوئی کا فن مشقِ رسول کی منزل میں ایک ایسا پلِ صراط ہے جس پر قدم رکھنے اور توازن قائم رکھنے ہونے اُس پر سے گزر جانے کی سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب

ہوتی ہے جب تک کہ دینی علوم کی بصیرت، شریعت و طہریت سے آگہی اور عشق کے
 باریک سے باریک رموز کا عرفان نہ ہو اور سرخ کرتا ٹھوکر کھانے کے مترادف ہے۔ اعلیٰ
 شہر میں اسی صنف سے زیادہ مقدس، نازک اور دشوار گزار کوئی دوسری صنف نہیں شدت
 احساس کو عشق رسول، صلی اللہ علیہ وسلم کی دیباچہ میں چن ویسے کے بدرہی نفث گوئی کا
 صحیح شور پیدا ہوتا ہے۔ جذبے کو لفظ عطا کرنے، لفظوں کی تہذیب و ترتیب کرنے اور انہماک
 کے گوشوں کی ترسش و ترسش کے بزرگی میں بچوں کا کھیل نہیں۔ یہ وہ منزل ہے جہاں طویل
 علمی سفر طے کرنے اور مشاہدات و تجربات کی کڑی دھوپ سے گزرنے کے بعد ہی الفاظ
 جذبے کی آفاقیت کو قبو نے کے منتقل ہوتے ہیں اور فکر و خیال کی کتنی ہی صدیاں پار کرنے
 کے بعد مفہوم و معانی کے ایک لے کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ رضا بریلوی کی تالیف خیالات کے
 مطالعہ سے ان کی علمی گہرائی و گیرائی، دینی و مذہبی ظرفیت، فکری و ذہنی صلاحیت، تقیہ و
 بصیرت اور خیر و شر کا پختہ و پختہ نسبت سے گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ نعت کا بنیادی ڈھانچہ
 آگہی اور باخبری پر قائم ہوتا ہے۔ باخبری حصول علم سے پیدا ہوتی ہے اور حصول علم کے لئے جذبہ
 کے سمندروں میں ڈوب ڈوب کر ابھرنے والا ہوتا ہے۔ احمد رضا خاں دہلوی کی ذات
 کے گوشے میں کتنے سمندروں کی سمائی ہے، اس کا جائزہ ان کی تاریخ حیات کے مطالعہ
 کے بغیر اور صورت اور نا اہل رہے گا۔ ذیل میں ان کی زندگی کے چند علمی و علمی گوشے پیش کئے
 جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ نعت گوئی کی منزل کے لئے انہوں نے آگہی اور باخبری کا کتنا
 سرمایہ اپنے ساتھ لکھا۔ اس جائزہ کی مدد سے ناظرین کرام کو ان کے منصب و مقام کا
 صحیح ادراک ہو سکے گا۔

- ۱۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، جمل، ہندسہ، معانی اور بیان کے علوم انہوں
 نے اپنے والد ماجد مولانا مفتی علی خاں علیہ الرحمۃ سے حاصل کئے
- ۲۔ ارشاد، طبقات، جہاد، مقابلہ، رباعی، مناظرہ و مرایا، ریاضات اور جہاد کے علوم اپنی

ذات و طباعتی اور مطالعے کی لگن سے حاصل کئے

- ۳۔ مختلف علوم و دینی میں شیخ احمد بن زینی، شیخ دحلان مکی، شیخ عبدالرحمن مکی، شیخ
 حسین بن صالح مکی اور شیخ ابو الحسن احمد النوری سے استفادہ کیا
- ۴۔ علوم روحانی میں قادریہ سلسلے سے بیعت کے علاوہ مختلف سلاسل طہریت میں خلافت
 اجازت حاصل کی مثلاً سہروردیہ، بدیعہ، علویہ و غیرہ
- ۵۔ دو بار بیعت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔ پہلی بار قیام مکہ کے دوران شیخ حسین
 بن صالح کی خواہش پر "الجہاد المظاہر" کی عربی شرح صرف دو یوم میں مکمل کی۔ دینی
 نام "الیزہ الوضیہ فی شرح الجہاد المظاہر" رکھا
- ۶۔ فقہ میں حدیث اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور دینی و علمی کارنامہ ترجمہ
 قرآن بھی ہے جو سلسلہ میں "کتر الا بیان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے منظر عام پر آیا
- ۷۔ اردو، ہندی، فارسی، عربی زبانوں پر کھلی دسترس رکھتے تھے
- ۸۔ ۳۱ سال کی عمر تک ۵۰ کتابوں کی تصنیف و تالیف کا کام مکمل کر چکے تھے
- ۹۔ تقریباً ۳۱ سال کی عمر میں تمام علوم عقلی و نقلی کی تکمیل کے بعد فتویٰ نویسی کا منصب سنبھالا۔
 ان معلومات کے حصول کے بعد ان کی نعتیہ شاعری کے مجموعے "حلال بخشش"
 حصہ اول و دوم کا مطالعہ کیا جائے تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ ان کی
 نعتیں جذبے کو الفاظ کا پیر بن عطا کرنے اور محبت رسول، صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اظہار میں احترام کی حد و قیام رکھنے کے لحاظ سے ہمارے ادب میں ایک مستقل سرمایہ
 کی حیثیت رکھتی ہیں۔

- نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہمارے سامنے ہیں۔
- ۱۔ وہ نعت جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہو جاتی ہے
- ۲۔ وہ نعت جو عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہوتی ہے

رضا بریلوی کی لغت دوسری حیثیت سے تعلق رکھتی ہے اسی لئے ان کی لغت کوئی اپنے میاں کے اعتبار سے ایک انفرادی و امتیازی نشان کی مالک نظر آتی ہے۔ وہ لغت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں قرآن سیرت مصطفیٰ کا آئینہ ہے اور اس آئینے کو رو برو کرنے کے بعد فکری رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی نہیں رہتا۔ ان کا یہ مصرعہ ان کی لغتوں کا معیار پرکھنے کے لئے بہت کافی ہے۔

قرآن سے میں نے لغت کوئی سیکھی

لغت کی پہلی حیثیت ہم اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتی ہے اور وہ شعرا و بھی جو دوسری اصنافِ سخن کے شانہ پر شانہ لغت کہتے ہیں ہمارے لئے باعثِ افتخار ہیں۔ انہوں نے بھی قافلاً لغت کو زور و راہ عطا کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یہاں میرا اشارہ ان لغت گوؤں کی طرف ہے جو لغت گوئی کو ایک تقلیدی رسم تک محدود سمجھتے ہیں اور جن کے ہاں لغت کہنے میں حصولِ علم سے کہیں زیادہ "مشق" اور "ریاضت" کو دخل ہوتا ہے۔ اسی بنیادی کمزوری کی بنا پر وہ خدا شناسی، محبوب شناسی اور خود شناسی کے باہمی رشتوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ان کا تقلیدی مذہب علم کی باعث ایسے الفاظ کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتا ہے جو جذبے کو سہانے کی قوت نہیں رکھتے اور اس طرح ان کے اشعار تاثیر کے محلے میں لنگ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ دیکھنا محوم و مستون کے بالکلاؤں ہی کا کام ہے کہ لفظ کا طرف کتنا آوروہ فکر کو کس حد تک قبول کرنے کا متحمل ہے۔ رضا بریلوی چونکہ علوم و فنون کے سمندروں سے گزر کر لغت گوئی کے پُل صراط پر قدم رکھتے ہیں اس لئے ان کا فکری شعور نازک سے نازک اور شدید سے شدید جذبے کو الفاظ کے طرف میں اتارنے کے بنر سے پوری طرح واقف ہے۔ ان کے جذبے کی بے ساختگی لغتوں کے تقاب میں نہیں چھتی، الفاظ خود بڑھ کر اور اس جذبے کو اپنی آغوش میں لے کر ان کے فکری عمل کو فنی عمل سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ رضا بریلوی کی تقلیدی شعری جذبے کی پختگی کے علاوہ ایسی بے شمار فنی خوبیوں کی حامل ہے جن کی مثال

اس دو کے شعرا میں بہت کم ملتی ہے۔ ذیل کے شعری جذباتی فکری اور فنی حیثیت پر غور کیجئے۔ ایسی سنگلاخ اور سخت زمین میں ان کی فکر رسا نے جدت و ندرت کے کئے گوشے نکالے ہیں۔

طولی میں بسبب اونچی نازک سیدھی صل شاخ
ماگوں لغت نبی کھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ
روح القدس سے طولی کی سبب سے اونچی نازک اور سیدھی شاخ مانگنے اور اس کا ظہر ہا کر
لغت نبی کھنے کی تمنا ان کی نازک نیالی تنوع اور ندرت فکر کا پتہ دیتی ہے۔ اسی سلسلے کا ایک اور شعر طالبِ توجہ ہے۔

ظاہر و باطن اول و آخر زید فروع و زین اصول

بارخ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ، جزا پتی، شاخ

یہاں فروع، اصول، ذیل و آخر اور ظاہر و باطن کہہ کر اس سے پھول غنچہ، جزا پتی اور شاخ کا ثبوت فراہم کرنا باریع و انتراع سخن کا بڑا جامع نمونہ ہے۔

ایک دوسری زمین میں ان کی جدت طبع کی رنگینی و تازہ کاری کا ظہر ہو سہ

سرتما بتدہم ہے تن سلطان زمین پھول

لب پھول دہن پھول دہن پھول بدن پھول

قامت محبوب خدا کی اس سے بہتر اور کی تصویر کھینچی جاسکتی ہے۔ تشبیہ کی ندرت و پاکیزگی، فکری معانی آفرینی، الفاظ کا انتخاب، اظہار کی معصومیت، سب کے سب و وصف ایک مطلع میں جمع ہو گئے ہیں۔ یہ منزل سخن بالکلاؤں ہی سے سر ہوتی ہے۔ دوسرا مطلع بھی قابلِ غور ہے۔

صدقے تیرے بارخ تو کیا لائے ہیں بن پھول

اس غنچہ دل کو بھی تو ایسا ہو کہ بن پھول

دونوں مصرعوں میں بن پھول کی تکرار الفاظ کی کیسانیت کے باوجود مفہوم و معانی کا

کشتا فاصلہ رکھتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں 'بندے کو فن بنانے کا ہنر' اسی زمین میں ایک شعر ملاحظہ ہو۔

دل پہنا بھی شیدائی ہے اسس ناخن پا کا

اتنا بھی مہ کو پہ نہ اسے چرخ کین پھول

یہاں ناخن پا اور مہ کو کی نسبت کے علاوہ 'پھول' کا لفظ اپنا کچھ اور سی رنگ و بپ رکھتا ہے۔ نازک خیالی اپنے نوج کمال کو چھو رہی ہے۔ مقطع کا بائیں بھی دیکھئے۔

کیا بات رضا اس چستان کرم کی

زہرا ہے جس میں حسین اور حسن پھول

غالب اپنی مشکل پسندی کی آسانی کے لئے کیسی کیسی سنگلاخ اور شور طلب

اور عجیب عجیب زمینی تراث ہے۔ انہیوں میں شعر کہنے کو کچھ چاہیے۔ پھر اس میں اپنی انفرادی اور امتیازی حیثیت کو قائم رکھنا آسان بات نہیں لیکن رضا بریلوی ایسی ہی بہت سی زمینوں سے عقیدت و محبت رسول کے پھول برساتے اتنی سب رفتار می کے ساتھ گزر جاتے ہیں کہ اہل فن دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

پلو چھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں

کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بنا لے کیا کہ یوں

شعب معراج کے واقعہ کو دو معنوں کے غالب میں اس طرح سمونا کر الفاظ مفہوم کا

آئینہ بن جائیں 'غیر معمولی انداز بیان ہے۔ کیف کے پر جہاں' میں جو اچھوتا پن ہے اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

علا، مجتہدین اور بھرا معلوم قسم کے لوگوں کی شاعری میں موٹے موٹے اور تفصیل الفاظ کی بھر مار، شعر کے الفاظ تلے دب جانے اور محاسن شعری کے فقدان کی روایت عام ہے اور بعض مواقع پر اس کی صداقت ثابت بھی ہو جاتی ہے لیکن رضا بریلوی کی کاوش و شکر اس روایت کی نفی کرتی ہے۔ ذیل کے شعر میں ان کا دئے سخن اسی طرف ہے۔

جو کہے شعر و پاس شرعاً دونوں کا حسن کین مکر آنے
لا اسے پیش جلوہ زینر مدد رضا کہ یوں

غالب کی مشہور غزل کا مضمون ہے

روئیں گے ہم نزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

ذرا اس میں بھی حضرت رضا کی مشافی ملاحظہ ہو۔

پھر کے لگی گلی تباہ ٹھو کریں سب کی کھائے کیوں

دل کو جو عقل دے خدا میری لگی سے جائے کیوں

غالب نے تو پاس بان عقل کو دل کے پاس رکھنے کا مشورہ دے کر ایک چوکا دینے

والی بات کہی تھی مگر حضرت بریلوی نے 'دل کو جو عقل دے خدا' کہہ کر اس خیال کو اور

لگے بڑھا دیا ہے۔ اسی زمین میں یہ شعر پڑھئے اور دیکھئے۔

جان ہے عشق مصطفیٰ اور فزوں کرے خدا

جس کو ہر جہاد کا نذرہ نازدوا اٹھائے کیوں

'نازدوا اٹھائے کیوں' کا ٹکڑا کیفیت عشق کے عمق کو ظاہر کر رہا ہے۔ ایک اور

سخت زمین کو کس طرح پائی کیا ہے۔

رخ دن ہے یا مہر سا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شب زلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید نثار کس زور پر کیا بڑھ کے چکا تھا قمر

بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

آخری شعر کے خط کشیدہ الفاظ پر نظر جمائیے۔ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں' کا انداز قیامت

ہے۔ اس زمین کی مشکل کو کس آسانی کے ساتھ حل کیا ہے۔ قابل دید ہے۔

بے دم عیسیٰ سے جان بخشی نزاری ہاتھ میں

شکرینے پاتے ہیں شیریں متالی ہاتھ میں

اگر کسی شاعر سے کہا جائے کہ 'متالی ہاتھ میں' نظم کرو تو وہ ہتکا ہتکا رہ جائے گا۔

مگر ایک نعت گو شاعر جناب رضا بریلوی اسے اس سادگی اور سچائی کے ساتھ الفاظ کے
قالب میں ڈھال دیتے ہیں کہ وہ جان میں عشق کو اپنے گلاب کی دھڑکی کی طرح لکھ دیتے ہیں
مالک کو نہیں ہے پاس کوئی پاس کچھ رکھتے ہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ ہیں
مالک کو نہیں ہے پاس کچھ رکھتے نہیں کی گہرائی "دو جہاں کی نعمتیں" اور ان کے خالی
ہاتھ ہیں "کس کس گھر سے کی وادی جانے اور کس کس لفظ کو خراج تحسین پیش کیا جائے اور
اس کیفیت عشق کا جواب ہی نہیں ہے

آہ وہ عالم کہ اکھیں بند اور لب پر درود

وقف سنگ در جہاں روئے کی جالی ہاتھیں

اللہ کیا منظر کشی ہے کیا جذب و مستی ہے، کیا گم شدگی ہے اس سادہ سے
شعر میں شکر و نظر کی ہزار وادیں ترپتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

اُس زمین نعت کے گل بوٹے ہیں آپ کی توجہ کا دامن کھینچتے ہیں۔

پھر اٹھا دل لڑ لڑ یا و معبیلانِ عرب

پھر کھنچا دامن دل سے بیا بیا عرب

تیرے بے دام کے بندے ہیں تیراں عرب

تیرے بے دام کے بندے ہیں تیراں عرب

بے دام کے بندے "اور بے دام کے بندے" (تیدی) نے شعر میں کسی فنی لطافت
پیدا کر دی ہے۔

ہشت خلد آئیں دامن کسب لطافت کو رضا

چار دن بر سے جہاں ابر بہار ان عرب

"ابر بہار ان عرب" کے چار دن بر سے میں وہ کیفیت، رنگینی، تازگی اور زندگی ہے

ہشت خلد بھی ان سے کسب لطافت کے لئے آئے ہیں کیا پاکیزہ خیال ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔
نوریت بیان کا اک اور شاہکار دیکھئے یہ شعر بھر کی روانی، الفاظ کے درو بست
فکر کی گہرائی اور تنوع کے اعتبار سے بڑے سے بڑے ادب کے فاضل لکھ جاسکتے ہیں۔

ہے کلام الہی میں شمس و شمس تیرے چہرہ نور خرا کی قسم

شب تار میں داز بہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دو تا کی قسم

ترنما سنا داز ہے ترش بریں ترا محرم داز ہے رنج ہیں

تو ہی سر دیر دو جہاں ہے شہنا تو مثل نہیں ہے خدا کی قسم

کیسی کیسی پاکیزہ اور سراپا نور و نکست قسمیں کھالی جا رہی ہیں۔ ذرا ان کے زوایوں پر
غور کیجئے ہر لفظ سے خوشبو کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔

کیا ٹھیک بورج نبوی پر مثال گل پامال جلوہ کفت پاسے جال گل

رنگِ شرف سے کر کے نخل بادشاہ میں کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پر جال گل

پہلے مطلع میں شاعر خیال کرتا ہے کہ رنج نبوی کو پھول سے تشبیہ دی جاوے پھر
اسے فوراً ہی خیال آتا ہے کہ پھول کا جمال تو ان کے جلوہ کفت پاسے پامال ہے ایسی
صورت میں اس مثال کا چچاؤ بھروسہ نہیں معلوم ہوتا۔ دوسرے شعر میں شرف پر بھرتے
ہوئے اشکوں کو عطر جمال گل کہنا اور شرف کو کانٹے سے نسبت دینا بڑی نازک بات ہے۔
یہ شعر بھی دیکھئے۔

حسرت ز جان ذکرِ شفا مت کیجئے نار سے بچنے کی صورت کیجئے

ان کے نقش پا پر غیرت کیجئے

آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے

آٹھ سے چھپ کر زیارت کرنے میں جو جہان معنی پوشیدہ ہے اس کی کیا داد دی جائے
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضا کے لئے محمد
بات کس منطقی انداز سے کہی گئی ہے۔ دو عالم خدا کی رضا کے طالب ہیں اور خدا
محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کی رضا کا طالب۔ مہنوم یہ نکلا کہ سرکار کے بغیر کوئی نہیں
کو سرخرو فی حاصل نہیں ہو سکتی کتنی سادہ بات کیے بغیر بصورت انداز میں کہہ دی گئی ہے
تلفظ نے سونے طیر کمر آرائی کی مشکل آسان الہی مری تنہائی کی
تلفظ کا دیار حبیب کی طرف چلنے کے لئے کرکشا اور ایک عاشق رسول کا ایسے
موقع پر تنہا رہ جانا کیا قیامت کا منظر ہے۔ ساتھ جانا اسی وقت ممکن ہے جب تنہائی
کی مشکل آسان ہو دیکھئے اس مشکل کی آسانی کے لئے وہ کیسی ٹرپ کے ساتھ التجا
کرتے ہیں۔

مشکل آسان الہی مری تنہائی کی

اس التجا میں کتنی درد مندی، آرزو اور حسرت کا درخشاں ہے۔ اس خوبصورت
لہجے میں شاعرانہ حسن کے ساتھ انہوں نے اپنی دلی تنہا کا اظہار کیا ہے کہ جس کا ایک
خاص اثر مرتب ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو حضرت امیر مینائی نے اپنے لہجے میں اس طرح
ادا کیا ہے۔

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں

حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رمل جاتا ہوں

ان کے لہجے میں بھی کتنا درد اور کتنی معصومیت ہے۔ ان دونوں کو سامنے رکھیے
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رمل جاتا ہوں اور مشکل آسان الہی مری تنہائی کی ہیں
اگرچہ دونوں لہجوں کی انفرادیت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے مگر حضرت رضا بریلوی کے معرکہ
نہائی کا تاثر ایدہ آندو کے ساتھ ساتھ شاعرانہ اظہار کا بڑا نادر نمونہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

اس زمین میں دو شعر لاکھ ہوں سے

رونی بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ

کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

برقی انگشت نبی چمکی تھی اس پر ایک بار

آج تک ہے سینہ مر میں نشان سوختہ

پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں شمع گویا اور زبان کی باہمی نسبت کتنا مزہ سے
دی ہے۔ دوسرے شعر میں چاند کے اندر دھبوں کو نشان سوختہ کہنا اور اس کا
سبب برقی انگشت نبی کے چلنے کو قرار دینا کتنی نادر بات ہے اور طوئے فکر کی ایسی روشن
مثال جس کا ادب و شعر میں جواب نہیں۔

محمد بن بخشش کے اوراق عشق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مین جڑے سے
بھوسے پڑے ہیں، وجہ ان شمع میں ہے کہ کس شعر کا انتخاب کرے اور کسے چھوڑے۔ وقت کی
قلقت اختصار کی متقاضی ہے اور ذوقی سخن کا اصرار ہے کہ زیادہ سے زیادہ لکھا جائے۔
بہر حال چننا اور شعر پیش کے بغیر تشنگی رہے گی۔

یا الہی گرمی محشر سے جب بھر گئیں بدن

دامن مجسوم کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الہی جب ہمیں آنکھیں حسابِ مجرم ہیں

اُن بتم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

جس کے تمہوں کا دھوون ہے آبِ حیات

ہے وہ حبانِ مسیحا ہمارا نبی

سارے اچھوتوں سے اچھا مجھے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا — ہمارا نبی

خاتمِ قدرت کا حسنِ دستکاری واہ وا
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ وا

اس نعمت کی کیفیت میں بخودی و سرشاری کے سیکڑوں سندھو جیں مار رہے ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شیعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہدِ یارِ ارم و تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

غالب نے اپنی غزل کے ایک مصرعے میں ”مہوؤں کا لفظ نظم کیا تھا جس پر اہل نظر نے بڑی ناک جھون چڑھائی تھی۔ رضا بریلوی نے ”مہوؤں“ کا لفظ ایک شعر میں استعمال کیا ہے۔ ذرا غصہ میں اس لفظ کی پاکیزگی اور لطافت دیکھئے۔

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی

اُن مہوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

یہاں بھی دیکھئے کتنے پیارے اور محبت بھرے لہجے میں آواز کے کونین سے مخاطبت ہے۔

مصطفیٰ خیرِ اودنی ہو مکرورِ ہر دو سدا ہو
اپنے اچھوتوں کا تصدق ہم بدوں کو بھی رہنما ہو

ایسا التجائی و دہندگی و نہا ہو کی طرز ان پر قرآن ہونے کو دل چاہتا ہے۔

طرح اس شعر کے تاثر کی بے پناہی کا اندازہ ملاحظہ طلب ہے۔

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں نہایت کا

ہم مفلس کیا مول چنانچہ اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

لفظ و معنی ذرا ہم آہنگ ”سستا سودا“ ”بیچنا“ ”مول چنانچہ“ اور ”ہاتھ ہی خالی

ہے“ کے کڑے لگایا جینے ضروری ہے۔ ”اپنی بے لیاقتی“ اس سے بہتر اور کیا منظر کشی

ہو سکتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مقور کا قلم شاعر کے قلم کو سجدہ کرتا ہے۔ ”اپنی بے لیاقتی“

کے باوجود امیر کا سامن ان کے ہاتھوں سے نہیں چھوٹتا۔ فرماتے ہیں۔

رضا قسمت ہی کھل جائے جو کیوں سے خطاب آئے

کر تو ادنیٰ سب درگاہِ حُسامِ معالی ہے

پھر اس طرح اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

ایمان ہے قالِ مصطفائی فتران ہے حالِ مصطفائی

میری شبِ تارِ دنِ بنادے اے شمعِ جمالِ مصطفائی

گل سے بالائے اُزل سے اعلیٰ اجلال و جلالِ مصطفائی

اس شعر میں منکر کی سنائی نے معنی کا عجیب پیکر تراشا ہے۔

ذرا سے جھڑکتیری پیرازوں کے تاجِ سر پہنے ہیں پیادوں کے

اُن ذروں کا سیاروں کے کسرتاج بننا جو حضور کی نگین مبارک سے جھڑک رہے

ہوں نہایت فکر کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

روشنہ اطہر کی زیارت کے موقع پر بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں۔

حاجو آؤ شہنشاہِ کارونہ دیکھو کبہ تو دیکھئے کبے کا کعبہ دیکھو

آب زمزم تو پایا خوب بھائی پیاپیں آؤ جو شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیر میسر زاب حرم خوب کرم کے چیسے
ابو رحمت کا یہاں زور برسنار دیکھو

ایک دوسری جگہ کی آرزو کو کسی خوبصورت کے ساتھ افغانہ کے قاب میں ڈالتے ہیں۔

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطنی تیرا
نہیں سنائی نہیں مانگنے والا تیرا

انہیں یقین ہے کہ وہ جس دے سے مانگ رہے ہیں وہ وجود عطا اور رحمت و کرم کا
در ہے۔ یہاں "نہیں" کا لفظ سننے ہی میں نہیں آتا۔ دینے والا اتنا دیتا ہے کہ بقول بیہوش
دارائی "سائل کو اپنے دامن کی کوتاہی کا شکوہ ہو جاتا ہے۔"

دینے والے تجھے دینا ہو تو اتنا دے دے
کہ مجھے شکوہ کو اتنا ہی دناں ہو جائے

حضرت رضا بریلوی "دینا ہو تو اتنا دے دے" کے تامل نہیں انہیں اتماد ہے کہ
وہ خواہ کچھ مانگ لیں "جس درے" نہیں ہو سکتی۔

ذرا اس نعتیہ قصیدے کے مطلع سے بھی سماعت کو محظوظ کیجئے۔

فیض ہے یا شہر تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

دینا کا پیاسوں کے تعاقب میں پھرنا رحمت سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
لئے کتنا وسیع استعارہ ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہونا کسے حبیب
یعنی محبوب و محبوب میں نہیں میرا تیرا

کتنی بڑی بات کہتے انھما کے ساتھ کہ دی گئی ہے "محبوب و محبوب" اور "میرا تیرا" کی
نسبتیں مفہوم و معانی کی کیا کیا مندریں سرگرداں ہیں۔ ایسا اور کو شہر مکر ملاحظہ ہو۔

کیا ہی ذوق افزا شفاقت ہے تمہاری واہ

فترت میں بھی ہے گستاخ گارِ می واہ

پہلے مصرعے میں "ذوق افزا" کا لفظ معانی کے کہنے کو شوں پر محیط ہے۔ دوسرے
مصرعے میں وہی بات کو گستاخ تازہ کاری اور نزع پیدا کرنے کا فن کار فرما ہے جو حضرت
رضا بریلوی کے مزاج عشق کا حصہ ہے۔ یہ نیز گاری کا قرص کے نور گئی حاصل کرنا، محض اس
لئے کہ شفاقت کا موقع باغوض سے نہ جانے پاسے نہ کٹا و جدا اور اچھوتا خیال ہے۔

میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ کو اپنی اس حیثیت پر تازہ ہے کہ وہ شہ گردوں جناب
کی بارگاہ کا ایک ذرہ ہیں اور اس نسبت سے وہ خود کو رشک قمر اور رنگ رخ آفتاب
کہنے میں حق بجانب ہیں۔

رشک قمریوں رنگ رخ آفتاب ہوں

ذرہ جو تیرا شہ گردوں جناب ہوں

ذرہ ذرہ ہے آفتاب نہیں اس کی صفت یہی ہے کہ وہ آفتاب کی نسبت سے
اس کے رنگ کا پر نور اور مظہر ہے لیکن اس ذرے کا کیا پوچھنا جس پر چاند رشک کرے اور جسے
آفتاب اپنے رنگ رخ سے نوازے۔

نعت گوئی میں احترام کی حدود کا عرفان اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب آدمی
صاحبِ دل صاحبِ نظر پاک باطن، بن خیر اور اہل کمال ہو ورنہ وہ آفتاب اور رنگِ شہ
آفتاب کے بنیادی فرق اور اس کی نوعیت و نزاکت میں تیز نہیں کر سکتا۔

عام طور پر شعرا کے نزدیک تمام اصنافِ سخن میں غزل کو اظہار کا بہترین وسیلہ
گردانا جاتا ہے اور اس میں رشک نہیں کر غزل باریک سے باریک جذباتِ عشق کو اپنے میں سموئے

اور غبار کے زلزلے میں بڑا موثر کردار ادا کرتی ہے۔ بات اسی حسن سے
 کہ ہاتھ کر سنے والا ہرگز اسے اپنے دل کی بات سمجھ لے یہ ہے غزل کا نیا ہی دست۔
 یہی سبب ہے کہ بے شمار نیا کے عظام، شعرا، فطرا اور اہل تصوف نے اپنی
 بات کو دل میں اتارنے کے لئے غزل ہی کا انتخاب کیا ہے۔ میرے ذہن میں بدلتوں سے ایک
 شعر چھایا ہوا تھا۔

میرے آنے کا انتظار رہا

غیر موسم بہار رہا

ای بھر اور توئی میں جب حضرت رضا بریلوی کا یہ شعر میری نظر سے گزرا تو میں چونک
 گیا آپ بھی سینے اور محسوسات و لطافت شعری کی داد دیجیے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن سے بہار پھرتے ہیں
 اُن کے سوئے لالہ زار خرام فرماتے سے بہار کے دن پھر جاننا نہ سنی ہو قلموئی کی کیا
 نادر مثال ہے۔ معاویہ کا برحق استعلا انہما کی لذت اور فکر کی پاکیزگی نے رنگ و تکبت
 کا ایک ایسا آمیزہ تیار کیا ہے جس کے فائقے کو آنکھوں ہی سے چکنا چکنا جاسکتا ہے۔
 شہنشاہ عرب و عجم کے حضور حضرت رضا بریلوی کی فریاد کی کے مختلف باس پر دل
 اور اظہار کے پیکر تراشتی اس منزل تک پہنچاتی ہے۔

غم ہو گئے بے شمار آقا بسندہ تیرے شمار آقا
 مجھ سا کوئی غمزدہ ہوگا تم سا نہیں غم گسار آقا

جس خاک پر رکھتے تھے قدم سید عالم
 اس خاک پر مشرباں دل شیدا ہے بہار

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
 آباد رہتا جس پر مدینہ ہے بجایا

یہاں خاک کے فضا کے ہوا نے لالہ کے جاسکتے ہیں۔
 بلوئی تھکی نہیں کیسی، لعلی و انوب کوئی کیسی
 کو وہ تیرے سایہ اب سایہ کسناں اپنا
 یہاں کوئی و انوب میں اس کو بے سایہ کا سایہ کسناں آنا، اتنی خوبصورت منظر نگاری ہے
 جس پر وہ چکر سنے کو جی چاہتا ہے۔

جناب حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ حضور آقائے عربین حاضر فی دینیہ کو کس شوق و
 ذوق سے ہاتھ ہیں نگرواں سے والہی پران کا جو حال ہوتا ہے وہ انہی کے الفاظ
 میں ملاحظہ کیجیے۔

یاد میں جس کی نہیں جوش تن و جہاں مجھ کو
 پھر دکھنا دے و درت لے مہر و نزل مجھ کو
 میرے ہر زخم تلکست یہ نکلتی ہے صد
 اسے ملیج عربی کو دے مسکداں مجھ کو

یہ عربی کی ترکیب پر مبنی ہر سنی علی پر اُٹھا جائے کہ ہے۔ راحت کا ذکر آیا ہے تو
 بیدم و ادنیٰ کا یہ شعر بھی سن لیجئے۔

او خاک پاشش تجھے اپنی راحت کی قسم
 بات تو جب ہے کہ ہر زخم نکداں ہو جائے

حضرت رضا بریلوی (علیہ الرحمۃ) لغت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی منزل میں اپنا
 مقام خوب جانتے ہیں، انہیں اپنے بڑے عشق پر اکتفا ہے۔ اس اعتماد کو وہ مختلف انداز
 میں شعر کا باس پہناتے رہتے ہیں۔

اے رشتہ صحتِ دل پاک شانے کے لئے
 تدرہ دیتے ہیں ہمیں مرغِ خوش الحان مجھ کو

اسے دیکھا ہوا ہے کہ جس نے نفوس کے شمار
میں ہر ایک کو گن کر لیا ہے

راجہ کوٹ کے لئے ہیں لکھتے رہنا سے ہوتا
ہوں نہ ہو کسی پھول کی دھرتی میں دامن ہے

خوف نہ کہ رہنا ڈرا تو ہے پر مطلق
تیرے لئے ان کے تیرے لئے ان ہے

۱۱۱۔ شریعت کی سختی سے بیرونی علماء کے بعض مکاتب فکر میں حضرت رضا بریلوی کو
سخت گیر کے روپ میں پیش کرتے ہیں ان کے علمی تبحر اور شاعرانہ کمال سے اختلاف
کی کوئی گنہگار نہیں۔

آتے رہے انبیاء کا قیام ہم والا تم غلط کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزل مقام آخر میں ہوئی مگر کہ اکملت لکم

بنیاد خویش جیرانم افشانی یا رسول اللہ !
پریشانم پریشانم افشانی یا رسول اللہ

شہا ہے کس نوازی کن لیلیا جا رہ سادی کن
دلیں درو عیبانم افشانی یا رسول اللہ

اللہ کی سزا ہندم شان ہیں یہ ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اس دہائی کی جتنی تعریف کی جائے کہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
انسانی شرف و برتری کا نقشہ کتنے مختصر انداز میں کھینچا ہے۔ مفہوم کی طاقت ایمان کی طاقت
کس کس ہنر کو سرا جلتے ہے ساختہ مرزا اور صلی علی کے الفاظ زبان پر آتے ہیں پتہ یہ کہ باکی
کو سرکار دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سزا قدم اللہ کی شان ہیں پھر یہ بتایا گیا کہ یہ انسانی
پاس میں ہیں لیکن ایسے انسان ہیں جن کی مثال تمام عالم انسانیت میں نہیں ملتی پھر یہ بتایا گیا
کہ وہ انسان ہیں جنہیں قرآن ایمان بتاتا ہے پھر چوتھے مرتبے میں ہے
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

کہہ کر مفہوم کو فصاحت و بلاغت کے لفظ عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔
دنیا میں ہر وقت سے بچنا مولیٰ جتنے ہیں نہ کچھ نچ دیکھنا مولیٰ
ہیٹوں جو در پاک ہو مگر کے حضور ایمان پر اس وقت اٹھنا مولیٰ

فدا فارسی میں مانگے کالب و ہجو اور اردو کی تڑپ کا منظر ملاحظہ کیجئے۔ مترجم
اس آرزو کے ہے

امستان وسیاہ کاری با شافع حشر تم گساری با
سگ کہے نبی ایک نگے من و تا حشر جاں نشانی با
اردو میں انداز طلب کی معصومیت دیکھئے

یا اہی جب رہنا خواب گروں سے سزا ہے
دوست ہمدار عشق مطلق کا ساتھ ہو

۱۰۴۱۔ اقصیات۔ اقصائے بحر ہیں۔ اقصائے بحر میں سے ایک اقصیٰ موقی
 موقوف ہے۔ اقصیٰ کو ہمارے پاس کے بعض ایک رشتہ "اکستیرین" نے تصور کیا ہے
 رشتہ ایکٹھ کی ذمہ داری گوارانہ فرمائی۔ ورنہ رشتہ بریوی کا کارنامہ لغت کوئی ان کے
 دو سب موقوفوں کی طرف کب کا ہمارے سامنے آچکا ہوتا۔ ہیں نے اپنے مضمون میں لکھ
 ان کی لغت کوئی کا مقررہ ہر جائزہ پیش کیا ہے۔ پھر بھی وقت کی کمی نے بہت سے
 گوشوں سے نقاب نہیں اٹھانے دیار ہاں اتنا ضرور کہ سکتا ہوں کہ میرا یہ مضمون رضا
 دوستوں، اتفاقاً دونوں اوراق انصاف کے سے ایک تحریک کی حیثیت ضرور رکھتا ہے۔
 الر مشوق سپا اور طلب صادق ہوں تو تلواری کی دعا سے بھی انتہائی توازن اور یک لافی کے
 ساتھ گزرا ہوا سکتا ہے۔ حضرت رشتہ بریوی نے اس منزل سے گزر کر ثابت کر دیا ہے کہ
 دو ہر سے بڑے لغت گووں کے درمیان اپنی ایک منفرد و ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

تبرکاتِ رضا

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بیجا سے ہے المنہ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی !
یعنی ہے آدابِ شریعت محفوظ !
پیشہ میرا شاعری نہ دعوائے مجھ کو !
ہاں شرع کا البستہ ہے جنبہ مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکمِ مولے کے خلاف
لوڑیہ میں سیلے تو نہ بھیجا مجھ کو